وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ
مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ
بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ
وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ اِنَّ اللّٰهَ
رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ
هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (۴۴)

اور ماننے والا ہوں جو میرے ہاتھوں میں ہے یعنی توریت، اور تمہارے لئے حلال کرتا ہوں وہ بعضی چیزیں جو تم پر حرام ہوئی تھیں، اور تمہارے پاس تمہارے پروردگار سے نشانی لایا ہوں، پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو، بیشک اللہ میرا پروردگار اور تمہارا پروردگار ہے پھر اس کی عبادت کرو، یہی سیدھا رستہ ہے (۴۴)

تو پوچھتے تھے کہ کہاں سے آئی ہے۔ اس تفسیر پر جو ابو علی جبائی رحمۃ اللہ علیہ نے کی حضرت مریم کا یہ جواب کہ "ھو من عند اللہ ان اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب" بالکل صحیح و درست اور روزمرہ کے محاورہ کے مطابق ہوتا ہے ✦

(۳۴) (بکلمۃ من اللہ) یہودی حضرت یحییٰ کو پیغمبر نہیں مانتے مگر عیسائی مذہب میں یہ امر تسلیم ہوا ہے کہ حضرت یحییٰ پیغمبر تھے، اور وہ حضرت مسیح کی بشارت دینے کے لئے پیغمبر ہوئے تھے، علمائے اسلام کی عادت ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی ایسی باتوں کو جو ان کے خیال کے مخالف نہ ہوں بلا عذر تسلیم کر لیتے ہیں۔ اس آیت میں کلمہ کا لفظ آیا ہے اور حضرت مسیح کی نسبت بھی کلمہ کے لفظ کا اطلاق ہوا ہے، پس مفسرین نے کہہ دیا کہ "مصدقا بکلمۃ من اللہ" سے یہ مراد ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ کی بشارت دینگے یا حضرت عیسیٰ کی تصدیق کرینگے، حالانکہ حضرت عیسیٰ خود اس زمانہ میں موجود تھے اور صرف چھ مہینے حضرت یحییٰ سے چھوٹے تھے، اور خود حضرت عیسیٰ نے اُن سے اصطباغ لیا تھا۔ ممکن ہے کہ حضرت یحییٰ نے کہا ہو کہ میرے بعد جو ہونے والا ہے یعنی حضرت عیسیٰ جن کو تم اب تک وہ اپنا جانشین تصور کرتے ہو نگے مجھ سے بھی برتر ہے۔ مگر اس امر کو اس آیت سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے ✦

"مصدقا بکلمۃ من اللہ" کے صاف معنی یہ ہیں کہ اللہ کے حکم کی یا اللہ کی کتاب کی تصدیق کریگا۔ تمام قرآن کا محاورہ یہی ہے کہ انبیا کی نسبت کتب سابقہ کی تصدیق کا اشارہ کیا گیا ہے نہ کسی شخص معین کی تصدیق کا۔ تفسیر کبیر میں کلمۃ اللہ کی نسبت ابی عبیدہ کا قول نقل کیا ہے کہ اُس سے مراد کتاب من اللہ ہے، اور اس بات پر استدلال کیا ہے کہ اہل عرب بولتے ہیں کہ "انشد فلان کلمۃ" اور اُس سے مراد طول طویل قصیدہ کے پڑھنے کی ہوتی ہے ✦

(۴۲) (قالت رب انی یکون لی ولد ولم یمسسنی بشر) حضرت عیسیٰ کی نسبت جو اُمور قرآن مجید میں مذکور ہیں بلاشبہ نہایت غور کے لائق ہیں، اُن میں سے چند اس سورہ میں

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾	پھر جب عیسٰے نے اُن کا کفر معلوم کیا کہا کہ کون میری مدد اللہ کی طرف کرنے والے ہیں حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے مددگار ہیں ایمان لائے ہیں اللہ پر اور تو گواہ رہ کہ ہم فرمانبردار ہیں ﴿۵۲﴾

بیان ہوئے ہیں اور سورہ مائدہ میں مجموعاً مذکور ہیں، اور اس لیے ہم سورہ مائدہ کی تفسیر میں اُن سب سے بحث کرینگے۔ اس مقام پر صرف ولادت حضرت عیسٰے پر غور کرتے ہیں ۔

عیسائی اور مسلمان دونوں خیال کرتے ہیں کہ حضرت عیسٰے صرف خدا کے حکم سے علی العموم انسانی پیدائش کے برخلاف بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ اگر ایسا ہی ہونا فرض کیا جاوے تو اول اس بات پر غور کرنی ہوگی کہ بن باپ کے پیدا کرنے میں حکمت الٰہی کیا ہوسکتی ہے۔ ایسے واقعات جو خلاف عادت یا ما فوق الفطرت تسلیم کئے جاتے ہیں اُن سے یا تو قدرت کاملہ پروردگار کا اظہار مقصود ہونا چاہئے یا اُن کا وقوع بطور معجزہ مانا جاوے۔ جب کہ خدا تعالے اقسام حیوانات کو بغیر توالد و تناسل کے عادتاً پیدا کرتا رہتا ہے اور خود انسان کو بھی بلکہ تمام حیوانات کو ابتداءً اُس نے اسی طرح پیدا کیا ہے، یا یوں کہو کہ حضرت آدم کو بے ماں و بے باپ کے پیدا کیا تھا تو حضرت عیسٰے کے صرف بے باپ کے پیدا کرنے میں اُس سے زیادہ قدرت کاملہ کا اظہار نہ تھا۔ اگر یہ خیال کیا جاوے کہ صرف ماں سے پیدا کرنا دوسری طرح پر اظہار قدرت کاملہ تھا تو یہ بھی صحیح نہیں ہوتا، اس لئے کہ اظہار قدرت کاملہ کے لئے ایک امر بین اور ایسا ظاہر ہونا چاہئے کہ جس میں کسی کو شبہ نہ رہے، بن باپ کے مولود کا ہونا ایک ایسا امر مخفی ہے جس کی نسبت نہیں کہا جا سکتا کہ اظہار قدرت کاملہ کے لئے کیا گیا ہے ۔

بطریق اعجاز حضرت عیسٰے کے بن باپ کے پیدا ہونے پر معجزہ کا بھی اطلاق نہیں ہوسکتا معجزہ بمقابلہ منکران نبوت صادر ہوتا ہے۔ قبل ولادت حضرت مسیح بلکہ ادعائے نبوت یا الوہیت کوئی شخص منکر نہیں ہوسکتا تھا، پھر معجزہ کیونکر کہا جا سکتا ہے، معہذا اگر وہ معجزہ ہوتا تو حضرت مریم کا معجزہ ہوتا نہ حضرت مسیح کا۔ علاوہ اس کے جب کہ اُن کی ولادت ٹھیک اسی طرح پر واقع ہوئی تھی جس طرح کہ عموماً بچوں کی ہوتی ہے کہ ✻ نو مہینے تک حمل میں رہے اور بروقت ولادت حضرت مریم پر وہ تمام حالات طاری ہوئے

✻ اس کے یعنی مریم کے جننے کے دن پورے ہوئے اور وہ اپنا پہلوٹا بیٹا جنی (لوک باب ۲ درس ۶ و ۷) ۔

فاجاءها المخاض الی جذع النخلة (سورہ مریم)

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما انما کانت (مدة حملها) تسعة اشهر کما فی سائر النساء (تفسیر کبیر) ۔

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۳﴾	اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے ہیں اس پر جو تو نے اتارا اور ہم نے پیروی کی رسول کی پس ہم کو شاہدوں کے ساتھ لکھ لے ﴿۵۳﴾
وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾	اور انہوں نے مکر کیا (یعنی اللہ کے ساتھ) اور اللہ نے مکر کیا (یعنی ان کے ساتھ کہ وہ کفر کی گمراہی سے نہ نکلے) اور خدا سب مکر کرنے والوں سے بہتر ہے ﴿۵۴﴾

جو عموماً عورتوں پر بچہ پیدا ہونے میں طاری ہوتے ہیں تو کسی طرح اعجازاً اُن کے پیدا ہونے کا کسی کو احتمال بھی نہیں ہو سکتا تھا +

عیسائی حضرت مسیح کے بن باپ کے پیدا ہونے کو ایک اَور حکمت الٰہی پر منسوب کر سکتے ہیں کہ وہ گنہگار انسان کی آمیزش سے پاک اور بے گناہ ہوں تاکہ گنہگار انسانوں کی طرف سے فدیہ کئے جاویں۔ مگر جب ماں کی شرکت سے وہ بری نہ تھے تو انسانی آمیزش سے پاک نہیں ہو سکتے تھے۔ لاطینی کلیسیا نے کونسل ٹرینٹ میں تسلیم کیا کہ حضرت مریم بھی بن باپ کے پیدا ہوئی تھیں، اگر یہ بھی مانا جاوے تو وہ بھی ماں کی شرکت سے بری نہ تھیں۔ انجام کار عیسائی کہ سکتے ہیں کہ خدا نے حضرت مریم کو انسانی خاصیت یعنی گنہگار ہونے کی قابلیت سے اس لئے پاک کر دیا تھا کہ اُن سے فدیہ ہونے کے لائق مولود پیدا ہو تو خدا اس طرح حضرت عیسٰے کے باپ کو بھی پاک کر سکتا تھا، اور بن باپ کے پیدا کرنے میں کوئی خاص حکمت نہیں ہو سکتی تھی +

ابتدا میں عیسائیوں کو یہ خیال نہیں تھا کہ حضرت عیسٰے بن باپ کے پیدا ہوئے ہیں یا بن باپ کے پیدا ہوں گے، کیونکہ مسیح کی نسبت یقین کیا جاتا تھا کہ وہ داؤد کی نسل سے ہوں گے۔ یہودیوں نے حضرت عیسٰے کو مسیح موعود نہیں مانا، مگر جنہوں نے اُن کو مسیح موعود مانا اور عیسائی یا نصاریٰ کہلائے اُن سب کو کامل یقین تھا کہ وہ حضرت داؤد کی اولاد میں ہیں، چنانچہ انجیل متی میں لکھا ہے، "یسوع مسیح ابن داؤد ابن ابراہیم" اور لوک کی انجیل کے باب ۱ ورس ۲۷ اور متی کی انجیل باب ۱ ورس ۱۶ سے پایا جاتا ہے کہ یوسف حضرت مریم کا شوہر داؤد کی نسل سے تھا۔ مسلمان بھی قرآن کے رُو سے جیسے کہ سورہ انعام میں لکھا ہے حضرت عیسٰے کو حضرت ابراہیم کی ذریت یعنی اولاد سمجھتے ہیں، پس اگر حضرت عیسٰے بن باپ کے پیدا ہوئے ہوں تو وہ نسل داؤد یا اولاد ابراہیم سے کیونکر قرار پا سکتے ہیں +

اگر یہ کہا جاوے کہ ماں کے سبب سے اُن کو داؤد کی نسل سے قرار دیا گیا ہے تو یہ بات دو وجہ سے غلط ہے۔ اول اس لئے کہ یہودی شریعت میں عورت کی طرف سے نسب قائم نہیں ہو سکتا

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (۴۸)	جب خدا نے کہا اے عیسٰے بیشک میں تجھ کو مارنے والا ہوں اور اپنے پاس اٹھالینے والا ہوں اور تجھ کو پاک کرنیوالا ہوں اُن لوگوں سے جو کافر ہوئے ، اور کرنے والا ہوں اُن لوگوں کو جنہوں نے تیری تابعداری کی برتر اُن پر جو کافر ہوئے قیامت کے دن تک پھر تم کو میرے پاس پھر آنا ہے تب تم میں فیصلہ کردونگا جس بات میں تم اختلاف کرتے تھے (۴۸)

دوسرے یہ کہ حضرت مریم کا داؤد کی نسل سے ہونا ثابت نہیں کیتھو سیکلوپیڈیا میں لکھا ہے کہ "یوسیبیس جو قدیمی مذہبی مورخ ہے گو حضرت عیسٰے کے نام پر اُس نے طول طویل بحث کی ہے مگر اُس کے بیان سے اور نیز متی اور لوک کی انجیلوں سے مریم کی پیدائش اور نسب پر کوئی نئی روشنی نہیں پڑتی - اینی جو مریم کی ماں بیان کی گئی ہیں اُن کی نسبت جس قدر قصے ہیں وہ محض افسانے ہیں اور اُن کا کچھ ثبوت و شہادت نہیں ہے" - انجیل لوک باب ۱ ورس ۵ و ۳۶ سے پایا جاتا ہے کہ حضرت مریم حضرت زکریا کی بیوی الیشبع کی رشتہ دار تھیں ، اور الیشبع ہارون کی بیٹی تھیں ، مگر نہ یہ معلوم ہے کہ مریم و الیشبع میں کیا رشتہ تھا اور نہ یہ معلوم ہے کہ ہارون کس کی اولاد میں تھے - قرآن مجید میں حضرت مریم کے باپ کا نام عمران لکھا ہے اُس پر استدلال کرنے سے بھی داؤد کی نسل سے حضرت مریم کا ہونا ثابت نہیں ہوسکتا ◆

عیسائی مفسر جب کہ حضرت عیسٰے کو بغیر باپ کے پیدا ہوئے تسلیم کر کر نسل داؤد سے ثابت کرنے میں عاجز ہوئے تو اُنہوں نے کہا کہ سینٹ لوک کی انجیل میں جو نسب نامہ یوسف کا لکھا ہے - درحقیقت وہ مریم کا نسب نامہ ہے تاکہ مریم کا داؤد کی نسل سے ہونا ثابت کریں - دو انجیلوں میں حضرت عیسٰے کے نسب نامے ہیں متی کی انجیل میں حضرت عیسٰے کے باپ کا نام یوسف اور اُن کے باپ کا نام یعقوب لکھا ہے - اور لوک کی انجیل میں یوسف کے باپ کا نام ہیلی لکھا ہے پہلا نسب نامہ بذریعہ سلیمان کے داؤد تک پہنچتا ہے اور دوسرا نسب نامہ بذریعہ ناتان کے - یہ دونوں نسب نامے بلاشبہ مختلف ہیں مگر عیسائی مفسر کہتے ہیں جیسے کہ تفسیر ہنری اسکاٹ میں مندرج ہے کہ یوسف نے ہیلی کی دختر سے یعنی حضرت مریم سے شادی کی تھی ، اور شاید اُس نے یوسف کو تبنے بھی کیا تھا ، اور یوسف ہیلی کا بیٹا کہلاتا تھا ، اور یہودیوں میں رواج تھا کہ نسب ناموں میں صرف مردوں کا نام لکھتے تھے نہ عورتوں کا اس لئے سینٹ لوک نے اُس نسب

فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ (۵۶)	پھر جو لوگ کافر ہوئے اُن کو عذاب دونگا عذاب سخت دنیا میں اور آخرت میں اور کوئی اُن کا مدد کرنے والا نہ ہوگا (۵۶)

میں جو درحقیقت مریم کا ہے بجائے مریم کے یوسف کا نام لکھ دیا ہے +

اس بیان پر بعض عیسائی علما نے یہ اعتراض کیا ہے کہ نسب نامہ داؤد تک بذریعہ ناتان کے پہنچتا ہے اور حضرت مسیح کا بذریعہ سلیمان کے داؤد کی نسل میں ہونا چاہیے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ کہیں نہیں لکھا ہے کہ حضرت عیسےٰ سلیمان کی اولاد میں ہونے والے تھے بلکہ صرف یہ بیان ہوا ہے کہ وہ داؤد کے بیٹے اور اُسی کی نسل سے ہونگے اور سلیمان بطور ایک عمدہ نمونہ حضرت مسیح کے بیان ہوئے ہیں +

اگر یہ بات فرض بھی کر لی جائے کہ اس پچھلے نسب نامہ میں بجائے حضرت مریم کے یوسف کا نام لکھا گیا ہے، اور یہ بھی فرض کر لیا جاوے کہ یوسف ہیلی کے متبنے اور داماد تھے، اور یہ بھی فرض کیا جائے کہ حضرت عیسےٰ کا سلیمان کے ذریعہ سے داؤد کی اولاد میں ہونا کچھ ضرور نہ تھا، تو بھی اس بات کا جواب نہیں ہوسکتا کہ یہودی شریعت میں ماں کی طرف سے نسب نہ معتبر گنا جاتا تھا اور نہ بیان کیا جاتا تھا یہاں تک کہ عورتوں کا نام بھی نسب ناموں میں داخل نہ ہوتا تھا، پس حضرت عیسےٰ مسیح کی نسبت جو پیشین گوئی تھی کہ وہ داؤد کی نسل میں سے ہونگے کسی طرح ماں کی طرف منسوب نہیں ہوسکتی، بلکہ بموجب اُس پیشین گوئی کے ضرور ہے کہ حضرت عیسےٰ مسیح ایسے باپ کی اولاد ہوں جو داؤد کی نسل سے ہو +

پادری رچارڈ واٹسن نے تفسیر انجیل لوک میں لکھا ہے کہ "یہ عام یقین تھا کہ حضرت عیسےٰ یوسف کے بیٹے ہیں اور اُن کا معجزہ کے طور سے پیدا ہونا مشہور نہیں کیا گیا تھا بلکہ یوسف و مریم کے دلوں ہی میں مخفی تھا، یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ بات کب پہلے پہل ظاہر کی گئی۔ چونکہ انجیل کے حالات میں اس پر کچھ اشارہ نہیں پایا جاتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات حواریوں کو بھی ظاہر نہیں کی گئی تھی، اِس لئے وہ اور نیز اَور بھی اُن کو یوسف اور مریم کا بیٹا سمجھتے تھے اور یہ امر منجملہ اُن امور کے تھا جن کو مریم نے خدا کی ہدایت سے حضرت عیسےٰ کے مُردوں سے جی اُٹھنے کے بعد تک اپنے دل میں چھپا رکھا۔ اگر پیشتر سے یہ بات مشہور ہو جاتی تو حضرت عیسےٰ کی تبلیغ رسالت کے بعد لوگ اکثر حضرت مریم کو تنگ کیا کرتے اور اہانت کی باتیں اُن سے پوچھا کرتے۔ اور جب کہ اس قدر اختلاف اپنے بیٹے کی نسبت اُن کے دشمنوں میں ہوتا تو مریم کو خطرہ پہنچنے کا اندیشہ تھا، کم سے کم یہ ہوتا کہ وہ بہت وقت و تکلیف میں مبتلا ہو جاتیں۔ ان امور کے لحاظ سے ظن قوی ہوتا ہے

وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۰﴾ ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ﴿۵۱﴾ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۵۲﴾

اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور اچھے کام کئے ہیں تو اُن کو پوری اُن کی اجرت دونگا اور اللہ دوست نہیں رکھتا ظلم کرنے والوں کو ﴿۵۰﴾ یہ باتیں جو ہم تجھ کو پڑھ سناتے ہیں نشانیوں میں سے ہیں اور گذری ہوئی ٹھیک باتوں میں سے ﴿۵۱﴾ بیشک عیسےٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی سی مثال ہے اُس کو پیدا کیا مٹی سے، پھر اُس کو کہا کہ ہو، پھر وہ ہوگیا ﴿۵۲﴾

کہ یہ بات حضرت عیسےٰ کی زندگی بھر کسی کو معلوم نہیں ہوئی تھی، مگر سینٹ لوک کے اس فقرہ سے کہ، جیسا کہ وہ یوسف کا بیٹا خیال کیا جاتا تھا، یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعد عروج مسیح یہ امر منجملہ اُن باتوں کے تھا جو پہلے پہل معلوم ہوگئی تھیں، اور بغیر کسی شبہ کے وہ مان لیا گیا تھا، اور اسی وجہ سے یہ بات انجیل متی اور انجیل لوک میں داخل ہوئی ہے" +

اس بات کو خود حواری حضرت عیسےٰ کے اور تمام عیسائی تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مریم کا خطبہ یوسف سے ہوا تھا۔ یہودیوں کے ہاں خطبہ کا یہ دستور تھا جیسے کہ کیتھو سیکلوپیڈیا میں لکھا ہے کہ شوہر اور زوجہ میں اقرار ہو جاتا تھا کہ اس قدر میعاد کے بعد شادی کرینگے۔ یہ اقرار یا تو ایک باقاعدہ تحریر یا معاہدہ کے ذریعہ سے گواہوں کی موجودگی میں ہوتا تھا جس طرح کہ ہم مسلمانوں کے ہاں نکاح خط لکھا جاتا ہے، یا بغیر تحریر کے اس طرح پر ہوتا تھا کہ مرد عورت کو گواہوں کے سامنے ایک ٹکڑا چاندی کا دیدیتا تھا اور یہ لفظ کہتا تھا کہ یہ چاندی کا ٹکڑا اُس امر کی کفالت میں قبول کر کہ اتنے دنوں بعد تو میری زوجہ ہو جاویگی +

یہ معاہدے حقیقت میں عقد نکاح تھے صرف زوجہ کا گھر میں لانا باقی رہ جاتا تھا، اور وہ اُس میعاد پر ہوتا تھا جو اُس معاہدہ میں قرار پاتی تھی۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسی کہ مسلمانوں میں فاتحہ خیر ہوتی ہے جو درحقیقت ایک شرعی نکاح ہے، لیکن زوجہ فی الفور گھر میں نہیں لائی جاتی۔ یا جیسے کہ اب بھی بعض مسلمانوں میں نکاح بتحریر نکاح خط عمل میں آتا ہے اور زوجہ کا شوہر کے گھر بھیجنا کسی آئیندہ وقت پر ملتوی رہتا ہے +

یہودیوں کے ہاں اس رسم کے ادا ہونے کے بعد مرد اور عورت باہم شوہر اور زوجہ ہو جاتے تھے، اور بجز اس کے کہ زوجہ اپنے شوہر کے گھر رہنے کو اس مدت کے بعد بھیجدی جاوے، اور کوئی ایسی رسم جس پر جواز تزویج منحصر ہو عمل میں نہیں آتی تھی یہاں تک کہ اگر بعد اس رسم کے اور قبل رخصت

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۵۳﴾ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۵۴﴾	یہ ٹھیک بات ہے تیرے پروردگار سے، پھر تو شک کرنے والوں میں سے مت ہو ﴿۵۳﴾ پھر جو کوئی تجھ سے اس بات میں جھگڑا کریں (یعنی حضرت عیسیٰ کے خدا کا بیٹا بتلاویں) بعد اس کے کہ تجھ کو جو کچھ علم آگیا ہے تو تو کہہ بلاویں ہم اپنے بچوں کو اور تمہارے بچوں کو، اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو، اور خود ہم بھی اور خود تم بھی (اُن میں ہوں) پھر سب عاجزی سے دعا کریں کہ جھوٹوں پر خدا کی لعنت پڑے ﴿۵۴﴾

کرنے کے اُن دونوں سے اولاد پیدا ہو تو وہ ناجائز اولاد تصور نہیں ہوتی تھی، بلکہ بے گناہ شرعی اولاد جائز تصور ہوتی تھی۔ شاید خلاف رسم بات ہونے سے معیوب گنی جاتی ہوگی اور دونوں کو ایک شرم اور خجالت کا باعث ہوتی ہوگی +

امر مذکورہ کا ثبوت کٹیو سیکلوپیڈیا سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اُس میں لکھا ہے کہ جب معاہدۂ شادی کا یہودیوں میں ہو جاتا تھا تو زن و مرد ایک دوسرے کے دیکھنے کو مجاز ہوتے تھے جس کی اُن کو پہلے اجازت نہیں ہوتی تھی۔ اُسی کتاب میں لکھا ہے کہ ایک نسبت شدہ باکرہ کے بطن سے خدا نے اپنے بیٹے کے پیدا ہونے میں یہ حکمتیں رکھی تھیں۔ اول یہ کہ اُن پر غیر مشروع اولاد ہونے کا طعنہ عاید نہ ہو۔ دوم یہ کہ اُن کے والدین موافق یہودی شریعت کے سزا کے مستوجب نہ ہوں۔ سوم یہ کہ یوسف کے نسب نامہ سے جن کی رشتہ دار مریم تھیں مریم کا نسب نامہ ظاہر ہو جاوے۔ چہارم یہ کہ حضرت مسیح کا ایام طفولیت میں کوئی مربی اور سرپرست ہو۔ ان تمام بیانات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودیوں میں اس طرح نسبت کے بعد اولاد کا پیدا ہونا شرعاً ناجائز نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یہودیوں نے نعوذ باللہ حضرت مریم پر جو بہتان باندھا تھا وہ یوسف کے ساتھ نہیں باندھا تھا، بلکہ پنتھرا نامی کے ساتھ منسوب کیا تھا، کیونکہ یوسف اُن کے شرعی شوہر ہو چکے تھے پس کوئی وجہ اس بات کے خیال کرنے کی نہیں ہے کہ یوسف فی الواقع حضرت مسیح کے باپ تھے۔ متی کی انجیل میں جو یہ لکھا ہے کہ یوسف نے جب دیکھا کہ حضرت مریم حاملہ ہیں تو اُن کے چھوڑ دینے کا ارادہ کیا، اگر یہ بیان تسلیم کیا جاوے تو اُس کا سبب صرف یہی ہو سکتا ہے کہ عام رسم کے برخلاف حاملہ ہو جانے سے یوسف کو رنج و خجالت ہوئی ہوگی جس کے سبب سے ایسا خیال ہوا ہوگا، مگر چونکہ فی الحقیقت وہ پاک حمل تھا اور جو کچھ حضرت مریم کے پیٹ میں تھا وہ روح القدس اور کلمۃ اللہ تھا یوسف نے خواہ خود ہی خواہ اپنے خواب کی تائید پر جس کا ذکر سینٹ متی کی انجیل میں ہے وہ خیال

إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ وَ
مَا مِنْ إِلٰهٍ إِلَّا اللّٰهُ وَإِنَّ اللّٰهَ
لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٥٥﴾ فَإِنْ
تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ
بِالْمُفْسِدِينَ ﴿٥٦﴾ قُلْ يَا أَهْلَ
الْكِتٰبِ تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ
بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ
إِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا
وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا
فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿٥٧﴾

اس میں کچھ شک نہیں کہ یہی وہ سچے قصے ہیں، اور نہیں
کوئی خدا بجز اللہ کے اور بیشک اللہ وہی زبردست
ہے حکمت والا ﴿٥٥﴾ پھر اگر وہ (اس طرح کو سنا دینے
سے) پھر جاویں (جس سے ثابت ہو جاویگا کہ جو بات وہ کہتے
ہیں اس کا اُن کو یقین نہیں) تو بیشک اللہ جانتا ہے
مفسدوں کو ﴿٥٦﴾ کہدے (اے پیغمبر) کہ اے اہل کتاب
(یعنی اے عیسائیو) آؤ ایک بات پر جو ہم میں اور تم میں یکساں
ہے کہ ہم کسی کی پرستش نہ کریں بجز خدا کے، اور ہم کسی چیز کو
اس کے ساتھ شریک نہ کریں اور نہ ٹھیراویں آپس میں ایک دوسرے
کو اپنا رب خدا کے سوا، پھر اگر وہ (اس بات سے) پھر جاویں تو ان سے
کہدو کہ تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں ﴿٥٧﴾

چھوڑ دیا +

اگرچہ ان چاروں مروج انجیلوں کے زمانہ تالیف میں نہایت اختلاف ہے، مگر جو زمانہ کہ علمائے عیسائی نے قریب صحت کے تسلیم کیا ہے اُس کی رُو سے پایا جاتا ہے کہ متی کی انجیل حضرت عیسے کے بعد دوسرے یا تیسرے سال میں، اور لوک کی انجیل اکتیسویں یا بتیسویں سال میں، اور یوحنا کی انجیل ترسٹھویں یا چونسٹھویں سال، اور مارک کی انجیل اُس کے بھی بہت دنوں بعد تحریر ہوئی تھی۔ مگر متی کی انجیل کی نسبت بخوبی ثابت ہے کہ وہ درحقیقت عبرانی میں لکھی گئی اور موجودہ یونانی انجیل اُس کا ترجمہ ہے جس کے مترجم کا نام اور زمانہ ترجمہ اب تک تحقیق نہیں ہوا پس متی کی موجودہ یونانی انجیل بھی قدیم نہیں ہے بلکہ اخیر زمانہ کی لکھی ہوئی ہے +

یہ تمام انجیلیں اور حواریوں کے نامے اور اعمال جو ان انجیلوں کے اخیر میں شامل ہیں یونانی زبان میں لکھے گئے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کتابیں عیسائی مذہب کو اُن ملکوں میں رواج دینے کے لئے لکھی گئیں تھیں جہاں یونانی زبان مروج تھی اور جہاں کے لوگ زیادہ تر یونانیوں کے سے خیالات رکھتے تھے +

یونانیوں میں ایک عام خیال تھا کہ نہایت مقدس اور بزرگ شخص کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ ہرکیولیس۔ ڈیاس کوری۔ رامیولس۔ فیثاغورث۔ افلاطون۔ ان سب کو یونانی خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ اور افلاطون کے حمل کے قصہ کو مثل قصہ حضرت عیسے بیان کرتے تھے غرضکہ جب حواریوں کو یونانی زبان کے ذریعہ سے دین عیسوی کا پھیلانا مدنظر ہوا تو حضرت عیسے کو ایسے بزرگ لقب سے

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ
فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ
وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اَفَلَا
تَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ
حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ
فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ
بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ
لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ
يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ
حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ۭ وَمَا كَانَ
مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶۰﴾ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ
بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ
وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۱﴾

اے کتاب والو تم کیوں جھگڑتے ہو ابراہیم پر اور کیا
توریت اور انجیل اُس کے بعد نہیں اُتری، کیا تم
سمجھتے نہیں (۵۸) ہاں تم وہ لوگ ہو کہ تم نے ایسی
بات میں جھگڑا کیا جس کو تم جانتے تھے (یعنی اُن
باتوں پر جو توریت میں موجود تھیں)، پھر کیوں جھگڑتے ہو
ایسی بات پر جس کو نہیں جانتے (یعنی جو توریت میں بھی
نہیں ہے)۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے (۵۹)
ابراہیم نہ یہودی تھا اور نہ نصرانی، ولیکن تھا خالص
(ٹھیٹ) مسلمان، اور مشرکوں میں سے نہ تھا (۶۰)
بلاشبہ لوگوں میں سب سے زیادہ دوست
ابراہیم کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اُس کی پیروی کی،
اور یہ نبی (یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم)، اور وہ لوگ
جو ایمان لائے ہیں، اور اللہ دوست ہے
ایمان والوں کا (۶۱)

ملقب کرنا پڑا ہوگا جو اُن لوگوں کے خیالات سے مناسب تھا جن کے لئے وہ انجیلیں لکھی گئی تھیں، اس لئے ہمارے نزدیک وہ انجیلیں حضرت عیسےٰ کی ولادت کی نسبت اُن خالص خیالات کے ظاہر کرنے کا ذریعہ نہیں ہوسکتیں جو حضرت عیسےٰ کے زمانہ میں اور ان انجیلوں کی تحریر ہونے سے پیشتر تھا، باایں ہمہ انہی انجیلوں میں متعدد جگہ پاتے ہیں کہ یوسف کو حضرت مریم کا شوہر اور حضرت مسیح کو اُن کے باپ یوسف کا بیٹا تسلیم کیا ہے ✦

انجیل متی باب ۱ ورس ۱۶ میں لکھا ہے کہ یوسف مریم کا شوہر تھا بعض لوگ کہتے ہیں کہ متی کی انجیل میں حضرت عیسےٰ کے نسب نامہ میں اَوروں کی نسبت یونانی لفظ "اجن نسی" بمعنی معروف استعمال ہوا ہے، جس سے خاص باپ کا بیٹا ہونا پایا جاتا ہے اور حضرت عیسےٰ کی نسبت یونانی لفظ "جنان" آیا ہے جس سے اُس ورس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ "یعقوب سے پیدا ہوا یوسف شوہر مریم جس سے عیسے پیدا ہوا" مگر ولیطسطین نے یونانی زبان کی سند پر ثابت کیا ہے کہ "جناو" کا لفظ بھی ماں اور باپ دونوں سے پیدا ہونے پر بولا جاتا ہے، معہذا اس تغیر کا سبب وہی خیالات ہیں جو یونانیوں میں مذہب عیسوی پھیلانے کی بنا پر پیدا ہوئے تھے ✦

لوک کی انجیل باب ۳ ورس ۲۳ کے موجودہ نسخوں میں یہ لفظ ہیں "تب یوسف اور میں

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۲﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۶۳﴾	چاہتا تھا ایک گروہ اہل کتاب کا کہ تم کو گمراہ کرے اور وہ گمراہ نہیں کرتے مگر اپنے آپ کو، اور نہیں سمجھتے ﴿۶۲﴾ اے کتاب والو تم کیوں کفر کرتے ہو اللہ کی نشانیوں کے ساتھ، اور تم جانتے ہو ﴿۶۳﴾

کی ماں" مگر اس مقام پر بھی اسی خیال سے تغیر کیا ہے ڈاکٹر گریسباخ کی صحیح اور مقابلہ کر کے چھاپی ہوئی انجیل مطبوعہ لیپسک سنہ ۱۸۰۵ء اور شنڈروف کی چھاپی ہوئی انجیل مطبوعہ سنہ ۱۸۴۲ء اور رومن ولگیٹ کے ترجمہ انگریزی میں یوسف کا نام نہیں ہے بلکہ "اس کا باپ اور اس کی ماں" لکھا ہے اور ٹروٹوپ نے یونانی انجیل کی شرح میں اسی کی تصحیح کی ہے جس سے یوسف کا پدر مسیح ہونا تسلیم ہوتا ہے +

لوک کی انجیل کے اسی باب کے ۴۳ ورس میں بھی قدیم نسخے الکزنڈریانوس میں بھی "گونس" کا لفظ ہے جس کے معنی والدین کے ہیں +

لوک کی انجیل باب ۲ ورس ۴۸ میں حضرت مریم نے حضرت عیسےٰ سے کہا کہ "دیکھ تیرا باپ اور میں غمگین ہو کر تجھے ڈھونڈتے تھے" +

لوک کی انجیل باب ۲ ورس ۲۷ و ۴۱ میں یوسف اور مریم کو حضرت عیسےٰ کا ماں باپ کہہ کر تعبیر کیا ہے +

متی کی انجیل باب ۱۳ ورس ۵۵ میں لکھا ہے کہ لوگوں نے حضرت عیسےٰ کی نسبت کہا کہ "کیا یہ بڑھئی کا بیٹا نہیں کیا اس کی ماں مریم نہیں کہلاتی" +

اور انجیل یوحنا باب ۶ ورس ۴۲ میں ہے کہ لوگوں نے حضرت مسیح کی نسبت یہ کہا کہ "کیا یہ یسوع یوسف کا بیٹا جس کے ماں باپ کو ہم پہچانتے ہیں نہیں ہے" +

انجیل یوحنا باب ۱ ورس ۴۵ میں لکھا ہے کہ "فلپ نے نتھنیل کو کہا کہ جس کا ذکر موسےٰ نے توریت میں اور نبیوں نے کیا ہے ہم نے اسے پایا ہے وہ یوسف کا بیٹا یسوع ناصری ہے +

اعمال حواریین باب ۲ ورس ۳۰ میں پترس حواری نے حضرت عیسےٰ کے داؤد کی نسل میں ہونے کی نسبت کہا کہ "خدا نے اس سے (یعنی داؤد سے) قسم کر کے کہا کہ میں تیرے تخت پر بیٹھنے کے لئے جسم کے طور پر تیری کمر سے مسیح کو پیدا کرونگا" +

سینٹ پال نے اپنے خط موسومہ رومیاں باب ۱ ورس ۴ میں لکھا ہے کہ "مسیح کے حق میں داؤد کے تخم سے ہوا پر روح قدس کے حق میں جی اٹھنے کی قوی دلیل سے پیدا ہوا +

يَٰٓأَهْلَ الْكِتَٰبِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَٰطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٦٤﴾ وَقَالَت طَّآئِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَٰبِ ءَامِنُوا بِالَّذِىٓ أُنزِلَ عَلَى الَّذِينَ ءَامَنُوا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوٓا ءَاخِرَهُۥ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٦٥﴾ وَلَا تُؤْمِنُوٓا إِلَّا لِمَن تَبِعَ دِينَكُمْ قُلْ إِنَّ الْهُدَىٰ هُدَى اللَّهِ أَن يُؤْتَىٰٓ أَحَدٌ مِّثْلَ مَآ أُوتِيتُمْ أَوْ يُحَآجُّوكُمْ عِندَ رَبِّكُمْ قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَآءُ وَاللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٦٦﴾

اے کتاب والو تم کیوں ملا دیتے ہو سچ میں جھوٹ، اور کیوں چھپاتے ہو سچ بات کو، اور تم جانتے ہو (۶۴) اہل کتاب سے ایک گروہ نے (آپس میں) کہا کہ ان لوگوں پر (یعنی مسلمانوں پر) جو اترا ہے اُس پر ایمان لے آؤ، دن چڑھتے ایمان لاؤ اور دن اُترتے انکار کرو، شاید وہ بھی (یعنی جو مسلمان ہو گئے ہیں) پھر جاویں (۶۵) اور دل میں ایمان لاؤ مگر اُسی پر جو تمہارے دین کی پیری کرے، کہہ (اے پیغمبر) کہ ہدایت اللہ کی ہدایت ہے کہ دیا جا سکتا ہے کوئی ایسی جیسی تم کو دی گئی ہے (یعنی جس طرح شریعت موسوی دی گئی ہے اسی طرح شریعت محمدی دی گئی ہے) یا تم سے تمہارے پروردگار کے پاس (اس بات پر کہ موسےٰ کو شریعت کیوں دی گئی) جھگڑا کرینگے، (پھر تم محمد صلعم کو شریعت ملنے پر کیوں جھگڑتے ہو) کہہ (اے پیغمبر) بیشک فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ وسیع نعمت والا جاننے والا ہے (۶۶)

ان تمام سندوں سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح کے زمانہ کے سب لوگ اور خود حواری بھی جانتے تھے اور یقین کرتے تھے کہ حضرت عیسےٰ اپنے باپ یوسف کے تخم سے پیدا ہوئے ہیں نہ کہ بغیر باپ کے، مگر وہ حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا روحانی اعتبار سے کہتے تھے اُسی خیال سے جس سے کہ یونانی اپنے ہاں کے بزرگوں کو خدا کا بیٹا کہتے تھے، اور اس بات کو نہایت صفائی سے سینٹ پال نے اپنے خط کی مذکورہ بالا آیت میں بیان کیا ہے۔ زمانہ کے گذرنے پر وہ خیال جس سے کہ حواریوں نے حضرت عیسےٰ کو خدا کا بیٹا کہا محو ہو گیا اور لوگ حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا سمجھنے لگے، اور اُسی کے ساتھ یہ قرار دیا کہ وہ بے باپ کے پیدا ہوئے تھے اور اُن کی ضد سے یہودیوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ نعوذ باللہ وہ ناجائز طور پر پیدا ہوئے تھے۔ یہ اتہام سلس نے جو تیسری صدی میں تھا کیا تھا اور ظاہرا یہ وہ زمانہ ہے کہ جب عیسائیوں کو اس بات میں کہ حضرت عیسےٰ خدا کے بیٹے ہیں اور بن باپ کے پیدا ہوئے ہیں زیادہ تر غلو ہو گیا تھا۔

قرآن مجید نے اس بات میں کہ حضرت عیسےٰ بن باپ کے پیدا ہوئے تھے کچھ بحث نہیں کی۔ جب قرآن نازل ہوا اُس وقت دو فرقے مخالف موجود تھے ایک فرقہ نہایت نالایقی اور بدی سے یہ

يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (۶۷) وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا (۶۸)

مخصوص کرتا ہے اپنی رحمت سے جس کو چاہتا ہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے (۶۷) اور اہل کتاب میں سے بعضا ایسا ہے کہ اگر تو اس کے پاس سے شخص کا ڈھیر امانت رکھے تو تجھ کو پھیر دے، اور ان میں سے بعضا ایسا ہے کہ اگر تو اس کے پاس ایک دینار امانت رکھے تو تجھ کو پھیر دے جب تک کہ تو اس کے سر پر کھڑا نہ رہے (۶۸)

کہتا تھا کہ حضرت مسیح بطور ناجائز لوگوں کے پیدا ہوئے ہیں - دوسرا فرقہ یہ کہتا تھا کہ وہ خدا اور خدا کے بیٹے اور ثالث ثلاثہ ہیں - قرآن مجید نے ان دونوں فرقوں کے اعتقاد کو رد کر دیا اور حضرت مسیح کے مقدس اور روح پاک ہونے پر اور حضرت مریم کی عصمت و طہارت پر گواہی دی، اور اس بات کو کہ وہ خدا یا خدا کے بیٹے اور ثالث ثلاثہ ہیں جھٹلا دیا، اور بتلا دیا کہ وہ مثل اور انسانوں کے خدا کے بندے ہیں - قرآن مجید میں یہ کہیں نہیں بیان ہوا کہ وہ بن باپ کے پیدا ہوئے تھے، جہاں تک کہ اشارہ ہے حضرت عیسے کے روح القدس اور کلمۃ اللہ ہونے کا اور حضرت مریم کی عصمت و طہارت کا اشارہ ہے، جیسا کہ ہم آگے بیان کرتے ہیں - ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ جو شخص حضرت مریم کی نسبت تہمت بد لگاوے وہ مسلمان نہیں ہے +

سورہ آل عمران میں ہے کہ جب فرشتوں نے کہا اے مریم بے شک اللہ تجھ کو خوشخبری

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (سورہ آل عمران)

فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا

دیتا ہے ایک کلمہ کی اپنی طرف سے اس کا نام (ہوگا) مسیح عیسے مریم کا بیٹا رویت دار دنیا میں اور آخرت میں اور (خدا کے) مقربوں سے اور کلام کریگا لوگوں سے گہوارہ میں (یعنی بچپنے میں) اور بڑاپے میں اور ہوگا نیکوں میں سے - مریم نے کہا اے پروردگار کہاں سے ہوگا میرے بیٹا اور نہیں چھوا ہے مجھ کو کسی آدمی نے خدا نے کہا یہی ہوگا اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے جب کوئی کام کرنا ٹھیرا چکتا ہے تو اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ اس کو کہتا ہے کہ ہو پھر ہو جاتا ہے - اور سورہ مریم میں ہے کہ پھر ہم نے بھیجا اس کے (یعنی مریم کے) پاس اپنی روح کو پھر وہ بن گئی اس کے لئے ٹھیک آدمی، مریم نے کہا کہ بیشک میں تجھ سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو (خدا سے) ڈرتا ہے، اس نے کہا کہ میں تو صرف تیرے خدا کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ تجھ کو پاکیزہ لڑکا دوں - مریم نے کہا کہ کہاں سے ہوگا میرے لڑکا اور نہیں چھوا ہے مجھ کو کسی آدمی نے

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ
عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ
وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ
وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

یہ بات اس لئے ہے کہ انھوں نے کہا کہ جاہلوں کو ہم پر (دعوے کرنے کی) کوئی راہ نہیں، اور جھوٹ بولتے ہیں اللہ پر، اور وہ جانتے ہیں ﴿۷۵﴾

قال انما انا رسول ربك لاهب لك اور نہ میں بدکار رہوں، اُس نے کہا یہی ہوگا تیرے پروردگار نے
غلاما زكيا قالت انى يكون لى غلام کہا ہے کہ وہ مجھ پر آسان ہے اور ہم اُس کو لوگوں کے لئے
ولم يمسسنى بشر ولم اك بغيا نشانی اور اپنی رحمت کرنا چاہتے ہیں اور تھی یہ بات ٹھیر
قال كذلك قال ربك هو على چکی ✦
هين ولنجعله اية للناس ورحمة فرشتہ کا حضرت مریم کو بیٹا ہونے کی بشارت دینا
منا وكان امرا مقضيا (سورہ مریم) اور اُن کا یہ کہنا کہ مجھے مرد نے نہیں چھوا ہے سینٹ لوک کی انجیل

میں بھی مذکور ہے۔ تمام یہودی یقین رکھتے تھے کہ اُن میں ایک مسیح پیدا ہونے والا ہے جو یہودیوں کی بادشاہت کو پھر قائم کریگا اس لئے یہودی اور یہودی عورتیں بیٹا ہونے کی نہایت آرزو رکھتی تھیں اور دعائیں مانگتی تھیں اور عبادتیں کرتی تھیں کہ وہ شخص ہمارا ہی بیٹا ہو۔ ایسی حالتوں میں اُن کا اس قسم کی خوابوں کا دیکھنا یا بن بولنے والے کی آوازوں کا سننا یا تخیلہ میں کسی مجسم شے کا دکھلائی دینا ایسا امر ہے جو بمقتضائے فطرت انسانی واقع ہوتا ہے۔ بعض علما کا یہ قول ہے کہ اس سورۃ میں جو خطاب فرشتوں کا حضرت مریم سے ہے وہ بطریق الہام اور روع فی النفث اور القا فی القلب کے ہے۔ مگر مجھ کو کچھ شبہ نہیں جیسے کہ سیاق کلام سے پایا جاتا ہے کہ ہر بشارت جو اس سورۃ میں اور سورہ مریم میں بیان ہوا ہے وہ ایک ہی واقعہ ہے اور رویا میں واقع ہوا تھا، اور سینٹ متی کی انجیل سے بھی ایسا ہی مستنبط ہوتا ہے، کیونکہ بموجب اُس انجیل کے یوسف کو بھی اُس حمل کی خبر خواب میں بذریعہ فرشتہ کے دی گئی تھی ✦

بیٹا ہونے کی بشارت حضرت اسحٰق کو اور اُن کی بیوی کو اور حضرت زکریا کو بھی دی گئی تھی پس صرف بشارت سے تو بے باپ کے پیدا ہونا لازم نہیں آتا ہے، ہاں ان بشارتوں پر غور کرنا چاہئے کہ ان میں کوئی ایسا لفظ تو نہیں ہے جس سے بن باپ کے بیٹا پیدا ہونے کا اشارہ نکلے۔ سو ایسا بھی کوئی لفظ ان بشارتوں میں نہیں ہے ✦

سب سے زیادہ غور کے لایق لفظ ”لم یمسسنی بشر ولم اك بغیا“ ہے۔ بلا شبہ یہ دونوں کلمے نہایت صحیح ہیں، اور جس زمانہ میں بشارت ہوئی اُس زمانہ میں بلا شبہ حضرت مریم کو کسی مرد نے نہیں چھوا تھا، بلکہ غالباً اُن کا خطبہ بھی یوسف کے ساتھ نہ ہوا تھا، مگر اس سے

بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ
وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ
الْمُتَّقِيْنَ (۷۰) اِنَّ الَّذِيْنَ
يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ
ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا
خَلَاقَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ
وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ
اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا
يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۷۱)

(بات یوں نہیں ہے) بلکہ جو کوئی پورا کرے اپنا اقرار اور پرہیزگاری کرے تو بیشک اللہ دوست رکھتا ہے پرہیزگاروں کو (۷۰) (اس میں کچھ شک نہیں کہ) جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی سی قیمت کے بدلے بیچتے ہیں وہ وہی لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور قیامت کے دن نہ اُن سے اللہ بات کرے گا اور نہ اُن کی طرف نگاہ کرے گا، اور نہ اُن کو پاک کرے گا، اور اُن کے لئے دکھ دینے والا عذاب ہے (۷۱)

یہ لازم نہیں آتا کہ اُس کے بعد بھی یہ امر واقع نہیں ہوا +

جس طرح کہ حضرت مریم کو اس بشارت سے تعجب ہوا اُسی طرح حضرت اسحاق اور اُن کی بیوی اور حضرت زکریا کو بھی تعجب ہوا تھا، جب کہ وہ فرمانے لگیں "یا ویلتی االد وانا عجوز وھذا بعلی شیخا ان ھذا لشیٔ عجیب" دوسری جگہ فرمایا ہے "فاقبلت امرتہ فی صرۃ فصکت وجھھا وقالت عجوز عقیم" اور حضرت زکریا نے فرمایا "انی یکون لی غلام وقد بلغنی الکبر وامرتی عاقر" اور دوسری جگہ فرمایا "وکانت امرتی عاقر وقد بلغت من الکبر عتیا"۔ حضرت مریم کی حالت اولاد ہونے سے مایوسی کی نہ تھی، اور اسحاق اور اُن کی بیوی اور زکریا اور اُن کی بیوی کی حالت مایوسی کے قریب تھی، مگر جب اُن دونوں سے بیٹے کا پیدا ہونا بغیر باپ کے تسلیم نہیں کیا گیا تو حضرت مریم کے تعجب سے جو صرف اُس وقت کی کیفیت پر بر بنا جب کہ بشارت ہوئی تھی نہ آئندہ کی ہونے والی حالت پر کیونکر حضرت عیسے کے بے باپ کے پیدا ہونے پر استدلال ہو سکتا ہے، اور کیا عجب ہے کہ اس خواب کے بعد ہی حضرت مریم کو اور اُن کے مربیوں کو حضرت مریم کی شادی کرنے کا خیال پیدا ہوا ہو جو آخر کار یوسف کے ساتھ عقد ہونے سے پورا ہوا +

اس تعجب کے بعد فرشتہ نے حضرت مریم سے کہا "کذٰلك الله یخلق ما یشاء" اسی طرح حضرت زکریا سے کہا تھا کہ "کذٰلك الله یفعل ما یشاء"۔ حضرت مریم سے کہا "قال کذٰلك قال ربك ھو علی ھین" اسی طرح حضرت زکریا سے کہا کہ "قال کذٰلك قال ربك ھو علی ھین"۔ لفظ "کن فیکون" جو سورہ آل عمران میں ہے وہ کسی امر کے ہونے پر بلا اسباب تدرتی و فطرتی کے دلالت نہیں کرتا، کیونکہ ہر شے کے ہونے کو خدا اسی طرح

وَاِنَّ مِنۡهُمۡ لَفَرِیۡقًا یَّلۡوٗنَ اَلۡسِنَتَهُمۡ بِالۡکِتٰبِ لِتَحۡسَبُوۡهُ مِنَ الۡکِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الۡکِتٰبِ وَیَقُوۡلُوۡنَ هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ وَیَقُوۡلُوۡنَ عَلَی اللّٰهِ الۡکَذِبَ وَهُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۷۲﴾

اور بے شبہ انہی میں سے وہ لوگ ہیں جو کتاب (یعنی توریت) پڑھنے میں اپنی باتوں کو پیٹ دیتے ہیں تاکہ تم جانو کہ وہ (پلٹا ہوا لفظ بھی) کتاب (یعنی توریت) میں سے ہے اور وہ کتاب میں نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ وہ بھی اللہ کے پاس (نازل ہوا) ہے اور وہ اللہ کے پاس سے نہیں (نازل ہوا) ہے، اور جھوٹ بولتے ہیں اللہ پر، اور وہ جانتے ہیں ﴿۷۲﴾

فرماتا ہے " اذا اراد شیئا انما یقول له کن فیکون " پس ہر شے " کن " کے حکم سے ہمیشہ قانون قدرت اور قاعدہ فطرت کے مطابق ہوتی ہے ۔ پس یہ الفاظ کسی طرح اس بات پر کہ حضرت مسیح کی ولادت فی الفور بلا قاعدہ فطرت اور بغیر باپ کے ہوئی تھی دلالت نہیں کرتے +

" اٰیۃ للناس " کے لفظ سے یہ سمجھنا کہ حضرت مسیح کو بغیر باپ کے بطور ایک نشانی معجزہ کے پیدا کیا تھا محض بیجا ہے ، اس لئے کہ بے باپ کے پیدا ہونا (اگر بالفرض ہوا بھی ہو) ایسا امر مخفی ہے جو کسی طرح " اٰیۃ للناس " نہیں ہو سکتا ۔ آیۃ کا لفظ قرآن مجید میں ، فرعون ، اصحاب الکہف والرقیم ، قوم نوح ، نوح اور اصحاب سفینہ پر بھی اطلاق ہوا ہے ۔ حضرت مریم بوجہ اپنی عبادت اور خدا پرستی اور نیکی کے اور حضرت عیسےٰ بسبب اُس رحم دلی کے جو انجیل سے پائی جاتی ہے خدا کی عمدہ نشانی کے لقب کے مستحق تھے +

" بکلمۃ منه " کے الفاظ یا " کلمۃ القاها الی مریم " کے الفاظ بھی کسی طرح بن باپ کے پیدا ہونے پر دلالت نہیں کرتے ۔ خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں متعدد جگہ لفظ " کلمہ " کو اپنی طرف منسوب کیا ہے ۔ سورہ اعراف میں فرمایا ہے " وتمت کلمۃ ربك الحسنی علی بنی اسرائیل " ۔ اور سورہ یونس میں فرمایا ہے " وکذلك حقت کلمۃ ربك علی الذین فسقوا " اسی طرح اور بہت سی جگہ آیا ہے ۔ اور کلمۃ اللہ سے وہ امور محققہ مراد ہیں جو ہونے والے تھے اور ہوئے اور ہونگے ۔ حضرت مسیح کا حضرت مریم سے پیدا ہونا ایک امر محقق او معین تھا ، یا یوں کہو کہ موعود تھا ، پس اُسی امر محقق یا موعود کو کلمہ کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے ۔ اور جس طرح تمام قرآن میں کلمہ کو اپنی طرف منسوب کیا ہے اسی طرح اس مقام پر بھی کیا ہے ۔ ان الفاظ سے بن باپ کے پیدا ہونے پر کچھ بھی اشارہ نہیں نکلتا +

سورۃ النسا میں جہاں خدا تعالےٰ نے حضرت عیسےٰ کی نسبت فرمایا ہے کہ " کلمۃ القاها الی مریم " وہاں یہ بھی فرمایا ہے " وروح منه " اس لفظ سے بھی بن باپ کے پیدا ہونا نہیں ثابت ہوتا ۔ تمام جانداروں کی نسبت کیا حیوان اور کیا انسان " روح منه " کا لفظ اطلاق

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۳﴾	کوئی انسان نہیں کر سکتا کہ خدا تو اُس کو کتاب اور حکمت اور نبوت دے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ تم میرے بندے ہو جاؤ سوائے خدا کے، مگر (یہ کہیگا کہ) ہو جاؤ اللہ والے کتاب (اللہ) کے سکھانے سے اور (کتاب اللہ کے) پڑھنے پڑھانے سے[1] ﴿۷۳﴾

کیا جا سکتا ہے - سوائے اس کے اَور کسی معنی میں حضرت عیسٰے کی نسبت اس لفظ کا اطلاق نہیں ہو سکتا، خصوصًا مسلمانوں کے مذہب کے مطابق جو خدا کے یا خدا کی روح کے یا خدا کے کلمہ کے مجسم ہونے کے قائل نہیں ہیں، اور اُس کو "لم یلد ولم یولد" جانتے ہیں معدا چند علماے مفسرین نے بھی جیسا کہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے "روح منه" سے قریبًا قریبًا ویسے ہی معنی مراد لئے ہیں جو ہم نے بیان کئے ہیں +

اُس میں لکھا ہے کہ حضرت عیسٰے لوگوں کے لئے دینی زندگی کا سبب تھے اس لئے اُن کو روح سے تعبیر کیا ہے - خدا نے قرآن کی صفت میں فرمایا ہے "کذلک اوحینا الیك روحا من امرنا" اسی طرح حضرت عیسٰے کو بھی روح کہا گیا ہے - اور روح کے لفظ سے اُن کی بزرگی بھی ظاہر ہوتی ہے، جیسے کہ کہتے ہیں کہ یہ تو خدا کی نعمت ہے، اور اس سے صرف اُس نعمت کا بزرگ اور کامل ہونا مراد ہوتا ہے +

اور یہ بھی لکھا ہے کہ روح سے رحمت مراد ہے - اس آیت کی تفسیر میں "وایدھم بروح منه" کہا ہے "ای برحمة منه" اور جب کہ حضرت عیسٰے خلق کے لئے رحمت تھے تو اُن کی نسبت "روحا منه" کا اطلاق کیا گیا ہے - سورہ مجادلہ میں تمام ایمان والوں کی نسبت کہا گیا ہے "اولئك کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منه" پھر حضرت عیسٰے کی نسبت ایسے الفاظ کا استعمال کسی طرح اس بات کی طرف اشارہ نہیں کرتا کہ وہ بن باپ کے پیدا ہوئے تھے +

سورہ مریم میں جو الفاظ وارد ہوئے ہیں اُن پر زیادہ زور دیا جاتا ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ اُن سے بن باپ کے پیدا ہونے کا اشارہ پایا جاتا ہے، مگر یہ بھی صحیح نہیں ہے - سورہ مریم میں حضرت مریم کے رویا کا واقعہ بیان ہوا ہے کہ اُنہوں نے انسان کی صورت دیکھی جس نے کہا کہ میں خدا

[1] ما، بمعنی المصدر مع الفعل وانتقاء یرکن تؤ ادبانیین بسبب کونکم عالمین ومعلمین وبسبب هو منکم الکتاب (تفسیر کبیر) +

وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ أَرْبَابًا أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿٨٠﴾	اور تم کو یہ نہ کہیگا کہ تم ٹھیراؤ فرشتوں کو اور نبیوں کو پروردگار کیا وہ تم کو کفر کرنے کو کہیگا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہوگئے ﴿٨٠﴾

کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ تم کو بیٹا دوں، اس کے بعد جو کچھ بیان ہوا ہے اُس پر فے تعقیب کی آئی جیسے کہ فحملتہ۔ فاجاءھا المخاض، مگر اس فے سے اتصال زمانی مستنبط نہیں ہوسکتا، جیسے کہ مثال مذکورہ بالا سے ظاہر ہے، کیونکہ اُن کے حاملہ ہونے اور دردِ زہ شروع ہونے میں اتصال زمانی نہ تھا۔ لوک کی انجیل میں بھی لکھا ہے کہ "جب مریم کے جننے کے دن پورے ہوئے وہ اپنا پہلوٹا بیٹا جنی" تفسیر کبیر میں بھی مدت حمل نو مہینے یا آٹھ مہینے یا سات مہینے لکھے ہیں ابن عباس کی روایت نو مہینے کی ہے جو صحیح معلوم ہوتی ہے۔ غرضکہ اس مقام پر جہاں فے آئی ہے اُس سے ہرگز خواہ نخواہ اتصال زمانی مستنبط نہیں ہوسکتا ہے۔

اس بات کے سمجھنے کے بعد آیات سورہ مریم پر غور کرنا چاہئے کہ جب حضرت مریم نے اپنے رویا میں انسان کو دیکھا تو انہوں نے کہا "انی اعوذ بالرحمن منک ان کنت تقیا" اُس نے کہا "انما انا رسول ربک لاھب لک غلاما زکیا" حضرت مریم نے کہا "انی یکون لی غلام ولم یمسسنی بشر ولم اک بغیا" اُس نے کہا "کذٰلک قال ربک ھو علی ھین ولنجعلہ اٰیۃ للناس ورحمۃ منا وکان امرا مقضیا" اس کے بعد ہے "فحملتہ" پس اس حرف فے سے جو ملتہ پر ہے یہ لازم نہیں آتا کہ بجرد اس گفتگو کے حضرت مریم حاملہ ہوگئی تھیں بلکہ پایا جاتا ہے کہ اس گفتگو کے کسی زمانہ مابعد میں وہ حاملہ ہوئیں جس وقت کی یہ گفتگو ہے بلاشبہ حضرت مریم کو کسی بشر نے نہیں چھوا تھا لیکن اس کے بعد ان کا خطبہ یوسف سے ہوا اور وہ حسب قانون فطرت انسانی اپنے شوہر یوسف سے حاملہ ہوئیں۔

اسی طرح "فاتت بہ قومہا تحملہ" کی فے کا حال ہے کہ وہ ولادت کے زمانہ سے متصل نہیں ہے، بلکہ امر مذکورہ ولادت کے بعد کسی زمانہ میں واقع ہوا ہے۔ تفسیر ابن عباس میں لکھا ہے کہ ولادت کے چالیس دن بعد یہ واقعہ ہوا ہے۔ اور تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ یہ واقعہ یعنی قوم کے پاس لانے کا اور حضرت عیسےٰ کے کلام کرنے کا حضرت عیسےٰ کی صغر سنی میں واقع ہوا تھا، اور ابو القاسم بلخی کا قول ہے کہ حضرت عیسےٰ جوان ہونے کے قریب تھے جب یہ واقعہ ہوا تھا چنانچہ تفسیر کبیر کی یہ عبارت ہے "اختلف الناس فیہ فالجمہور علی انہ قال ھذا الکلام حال صغرہ وقال ابو القاسم البلخی انہ کما قال ذلک حین کان کالمراھق الذی یفھم وان لم یبلغ حد التکلیف" (تفسیر کبیر) غرضکہ علمائے مفسرین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ تکلم

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْہَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰہِدِیْنَ ﴿۷۵﴾	اور جب کہ اللہ نے نبیوں کا عہد لیا[1] جس وقت کہ میں نے (یعنی اللہ نے) تم کو (نبیوں کو) کتاب و حکمت دی۔ پھر (اے اہل کتاب) تمہارے پاس رسول آیا سچ بتاتا ہوا اُس کو جو تمہارے پاس ہے تو چاہیے کہ تم اُس پر ایمان لاؤ اور چاہیے کہ اُس کی مدد کرو۔ خدا نے (نبیوں سے) کہا کہ کیا تم نے اقرار کیا اور تم نے اس بات پر میرے عہد کا بوجھ اُٹھا لیا بولے کہ ہم نے اقرار کیا (خدا نے) کہا کہ تم شاہد رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ شاہدوں میں ہوں ﴿۷۵﴾

حضرت عیسےٰ ولادت کے متصل نہ تھا ✦

قرآن مجید سے صاف پایا جاتا ہے کہ یہ واقعہ ایسے وقت میں واقع ہوا تھا جب حضرت عیسےٰ نبی ہو چکے تھے، کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ "انی عبد اللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیا"۔ تاریخ پر اور انجیلوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰ کی بارہ برس کی عمر تھی (دیکھو انجیل لوک باب ۲) جب اُنہوں نے بیت المقدس میں یہودی عالموں سے گفتگو کی، اسی بات پر یہودی عالم ناراض ہوئے اور اُنہوں نے آکر حضرت مریم سے کہا کہ تیرے ماں باپ تو بڑے نیک تھے تو نے یہ کیسا عجیب یعنی بدمذہب لڑکا جنا ہے۔ حضرت مریم نے خود اُس کا جواب نہیں دیا اور حضرت عیسےٰ کو اٹھا لائیں، اُس وقت اُنہوں نے فرمایا کہ "انی عبد اللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیا"۔ اور ممکن ہے کہ یہ واقعہ اُس کے بھی بعد ہوا ہو یعنی جب کہ حضرت یحییٰ شہید ہو چکے تھے اور حضرت عیسےٰ نے یہودیوں کو سمجھانا اور اُن کی بدیوں کو وعظ میں بُرا کہنا شروع کیا تھا ✦

غرض اس قدر تو جملہ علماے مفسرین تسلیم کرتے ہیں کہ یہ واقعہ ولادت کے زمانہ کے متصل واقع نہیں ہوا تھا اُس کے بعد ہوا، کوئی مدت مابعد کے زمانہ کی چالیس دن اور کوئی قریب عمر مراہق یعنی بارہ برس کے قرار دیتا ہے، اور ہم باستدلال قرآن مجید زمانہ نبوت قرار دیتے ہیں ✦

قرآن مجید سے ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عیسےٰ نے ایسی عمر میں جس میں حسب فطرت انسانی کوئی بچہ کلام نہیں کرتا کلام کیا تھا۔ قرآن مجید کے یہ لفظ ہیں "کیف نکلم من کان فی المھد صبیا"، اس میں لفظ "کان" کا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ایسے سے ہم کیونکر

---

[1] لما اتیتکم یقول حین اعطیتکم (تفسیر ابن عباس) ✦

فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (٧٦)
اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ
وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ
يُرْجَعُوْنَ (٧٧)

پھر جو کوئی اس سے پھر جاوے تو وہی لوگ فاسق ہیں (٧٦) پھر کیا خدا کے دین کے سوا (کوئی اور دین) چاہتے ہیں اور اسی کی فرمانبرداری کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں چارو ناچار اور اُسی کے پاس پھر جاوینگے (٧٧)

کلام کریں جو مہد میں تھا یعنی کم عمر لڑکا ہماری گفتگو کے لایق نہیں - یہ اسی طرح کا محاورہ ہے جیسے کہ ہمارے محاورہ میں ایک بڑا شخص ایک کم عمر لڑکے کی نسبت کہے کہ ابھی ہونٹ پر سے تو اُس کے دودھ بھی نہیں سوکھا کیا یہ ہم سے مباحثہ کے لایق ہے - "کان" کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ اُس وقت وہ نہ مہد میں تھے نہ مہد کے لایق تھے - اور اُس کے بعد کی آیت سے اس مراد کی اور بھی تائید ہوتی ہے - اور بالفرض حضرت عیسےٰ نے اگر مہد میں کلام بھی کیا ہو تو اُس سے اُن کے بن باپ کے پیدا ہونے پر کیونکر استدلال ہو سکتا ہے ✦

یہودیوں کے اس قول سے بھی کہ "یا مریم لقد جئت شیئا فریا یا اخت هارون ما کان ابوك امرء سوء وما کان امك بغیا" حضرت عیسےٰ کے بن باپ کے پیدا ہونے پر استدلال نہیں ہوسکتا - اس لئے کہ اُس زمانہ میں جب کہ یہودیوں نے حضرت مریم سے یہ بات کہی کوئی بھی حضرت مریم پر بدکاری کی تہمت نہیں کرتا تھا ، اور نہ اس آیت میں اس قسم کی تہمت کا اشارہ ہے ، "فری" کے معنی بدیع و عجیب کے ہیں - اس لفظ سے غالبًا یہودیوں نے مراد لی ہوگی "شیئا عظیما منکرا" مگر اس سے یہ بات کہ انھوں نے اُس وقت حضرت عیسےٰ کی نسبت ناجائز مولود ہونے کی تہمت کی تھی لازم نہیں آتی ، بلکہ قرینہ اُس کے برخلاف ہے ، کیونکہ حضرت عیسےٰ نے اُس کے جواب میں اُس تہمت سے بری ہونے کا کوئی لفظ بھی نہیں کہا ، اگر اُس وقت یہودیوں کی مراد اُس سے تہمت بہ نسبت حضرت مریم کے اور ناجائز مولود ہونے کی نسبت حضرت عیسےٰ کے ہوتی تو ضرور حضرت عیسےٰ اپنے جواب میں اپنی اور اپنی ماں کی برأت اُس تہمت سے ظاہر کرتے ✦

صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسےٰ کی تلقین سے جو خلاف عقاید یہود تھی علمائے یہود ناراض ہو کر حضرت مریم پاس آئے جس سے اُن کی غرض یہ ہوگی کہ وہ حضرت عیسےٰ کو اُن باتوں سے باز رکھیں ، اور کہا کہ تیرا باپ اور تیری ماں تو بڑے نیک تھے تو نے یہ کیسا عجیب بچہ جنا ہے جو تمام عقاید کے برخلاف باتیں کرتا ہے ، حضرت مریم نے کہا کہ اُسی سے جو پوچھو ، اُس پر یہودیوں

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿٧٨﴾	کہدے (اے پیغمبر) کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اُس پر جو ہم پر اُتارا گیا اور اُس پر جو ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اُس کے پوتوں پر اُتارا گیا اور اُس پر جو موسےٰ و عیسےٰ اور تمام نبیوں کو اُن کے پروردگار کے پاس سے دیا گیا ہم فرق نہیں کرتے کسی میں اُن میں سے اور ہم اُسی کے فرمانبردار ہیں ﴿٧٨﴾

کہا کہ وہ کل کا بچہ ہمارے مُنہ لگنے کے لائق نہیں۔ اُس پر حضرت مریم حضرت عیسےٰ کو اُٹھا لائیں اور اُنھوں نے کہا کہ مَیں خدا کا نبی ہوں۔ یہ ایسا معاملہ ہے جو فطرت انسانی کے موافق واقع ہوا اور اب بھی واقع ہوتا ہے۔ شوخ و شریر لڑکے کی ماں سے اُس کی شکایت کی جاتی ہے، جو شوخی کہ اُس نے کی ہو اُس کی نسبت اُس کی ماں کہتی ہے کہ اُسی سے پوچھو، پس ان الفاظ سے جو قرآن مجید میں ہیں حضرت عیسےٰ کے بن باپ کے پیدا ہونے پر کسی طرح استدلال نہیں ہوسکتا۔ اُٹھا لانے کا لفظ اس مقام پر مجازاً بولا گیا ہے، اُس سے خواہ نخواہ گود میں اُٹھا لانا لازم نہیں آتا ✚

سورۂ انبیا میں حضرت مریم کی نسبت خدا نے فرمایا ہے " والتی احصنت فرجھا فنفخنا فیھا من روحنا وجعلناھا وابنھا اٰیۃ للعالمین " اس سے بھی حضرت عیسےٰ کا بن باپ کے پیدا ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اول تو کوئی مسلمان خدا کی روح کے مجسم ہونے پر اعتقاد نہیں کرسکتا " احصنت فرجھا " کے یہ معنی نہیں کہ احصنت فرجھا من کل رجل، بلکہ یہ معنی ہیں کہ احصنت فرجھا من غیر زوجھا۔ چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے " احصنت عن الفواحش لانھا قذفت بالزنا " اس کی نظیر خود قرآن میں موجود ہے تفسیر کبیر میں لکھا

الحصان بالفتح المرأۃ العفیفۃ　ہے کہ حصان کے معنی عفیفہ عورت کے ہیں اور اُس کی
لمنعھا فرجھا من الفساد قال تعالیٰ　مثال میں حضرت مریم کی نسبت جو لفظ " احصنت فرجھا
ومریم ابنت عمران التی　کا آیا ہے وہی لکھا ہے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ اس لفظ
احصنت فرجھا۔　سے حضرت مریم کا تہمت بد سے بری ہونا نکلتا ہے نہ

حضرت عیسےٰ کا بن باپ کے پیدا ہونا۔ محصنات کے معنی عفاف کے اور جگہ بھی قرآن میں آئے ہیں جیسے کہ " محصنات غیر مسافحات " " محصنین غیر مسافحین " اور شوہردار عورت کے بھی آئے ہیں جیسے کہ " والمحصنات من النساء " تفسیر کبیر میں لکھا ہے " یقال امرأۃ

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (۷۹) كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (۸۰)	اور جو شخص سوائے اسلام کے دوسرا دین چاہے تو ہرگز اُس سے قبول نہ کیا جاویگا اور وہ قیامت میں ٹوٹے والوں میں ہوگا (۷۹) کیونکر اللہ ہدایت کرے ایسی قوم کو کہ کافر ہوگئی اپنے ایمان لانے کے بعد اور گواہی دی کہ بیشک رسول برحق ہے اور اُن کے پاس صریح نشانیاں بھی آچکیں اور اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالم لوگوں کو (۸۰)

محصنۃ اذا کانت ذات زوج ''۔ پس حضرت مریم کی نسبت احصنت کا لفظ زیادہ تر صاحب زوج ہونے پر دلالت کرتا ہے ✤

نفخ روح حضرت عیسےٰ میں کچھ دلیل اُن کے بن باپ ہونے کی نہیں ہوسکتی ۔ تمام انسانوں کی نسبت خدا تعالےٰ نے نفخ روح کہا ہے ، جیسے کہ سورۂ تنزیل میں فرمایا ہے ''خلق الانسان من طین ثم جعل نسلہ من سلالۃ من ماء مھین ثم سواہ ونفخ فیہ من روحہ'' پس جس طرح کہ اور تمام انسانوں میں اللہ اپنی روح نفخ کرتا ہے اسی طرح حضرت عیسےٰ میں بھی کی تھی ✤

سورہ آل عمران میں ہے ''ان مثل عیسی عند اللہ کمثل ادم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون '' اس آیت سے بھی حضرت عیسےٰ کا بن باپ کے پیدا ہونا ثابت نہیں ہوتا مفسرین نے لکھا ہے کہ وفد نجران جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور جو حضرت عیسےٰ ابن اللہ ہونے پر یہ دلیل لاتے تھے کہ وہ بن باپ کے پیدا ہوئے ہیں اس لئے خدا کے بیٹے ہیں اس دلیل کے رد کرنے کو یہ آیت نازل ہوئی ۔ اگر یہ روایت صحیح مانی جاوے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسےٰ کا بن باپ کے پیدا ہونا تسلیم کرلیا ہو کیونکہ یہ دلیل بطور دلیل الزامی کے ہے ، دلیل الزامی میں اس سے بحث نہیں ہوتی کہ جو مقدمہ مخالف نے قائم کیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط ، بلکہ اُس کے مقابلہ میں ایک اور مقدمہ مسلّمہ پیش کیا جاتا ہے جس سے مخالف کی دلیل باطل ہوجاتی ہے ۔ پس اس مقام پر دلیل الزامی اس طرح پر قائم ہوتی ہے کہ اگر بالفرض تم بوجہ بن باپ کے پیدا ہونے کے حضرت عیسےٰ کو خدا کا بیٹا مانتے ہو تو حضرت آدم کو جو بن ماں باپ کے پیدا ہوئے ہیں بدرجۂ اولےٰ خدا کا بیٹا ماننا چاہئے ۔ اور جب کہ تم حضرت آدم کو خدا کا بیٹا نہیں مانتے تو حضرت عیسےٰ کو صرف بن باپ کے پیدا ہونے سے کیوں خدا کا بیٹا مانتے ہو ✤

معہذا اگر لفظ مثل سے حضرت آدم اور حضرت عیسےٰ میں مماثلت مراد ہے تو وہ مماثلت دونوں

أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ (٨١) خَالِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ (٨٢)	وہی ہیں جن کی سزا یہ ہے کہ اُن پر ہے لعنت اللہ کی اور فرشتوں کی اور آدمیوں کی سب کی (٨١) ہمیشہ اُسی میں رہینگے اُن سے عذاب کی تخفیف نہ ہوگی اور نہ اُن کو مہلت دی جاویگی (٨٢)

کی خلقت میں تو ہو نہیں سکتی، کیونکہ حضرت آدم مٹی سے یا پانی سے پیدا ہوئے تھے، اور وہ نو مہینے تک کسی عورت کے پیٹ میں رہے اور بمثل ایسے انسانوں کے جو نطفہ سے پیدا ہوتے ہیں اُن کا حالت نطفہ سے جنین ہونے تک نشو و نما ہوا، برخلاف حضرت عیسےٰ کے۔ پس حضرت عیسےٰ اور حضرت آدم کی پیدائش میں تو کسی طرح مماثلت نہیں ہو سکتی، اور اگر یہ کہا جائے کہ صرف باپ نہ ہونے میں مماثلت ہے تو یہ بھی نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ اول یہ بات ثابت ہونی چاہئے کہ حضرت عیسےٰ بن باپ کے پیدا ہوئے تھے جب یہ بات ثابت ہو جائے تو بن باپ پیدا ہونے میں مماثلت کا دعوےٰ ہو سکتا ہے، حالانکہ اُن کا بے باپ کے پیدا ہونا ابھی تک ثابت نہیں ہے۔ پس اگر مماثلت ہے تو یا تو نفخ روح میں ہے کہ حضرت آدم کی نسبت بھی کہا ہے کہ "نفخت فیه من روحی" اور حضرت عیسےٰ کی نسبت کہا ہے "فنفخنا فیه من روحنا" اور یا صرف مخلوق ہونے میں ہے کہ جس طرح آدم خدا کے بندے اور مخلوق تھے اسی طرح حضرت عیسےٰ بھی خدا کے بندے اور مخلوق ہیں، اور اس کی تائید قرآن مجید سے ہوتی ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے "لن یستنکف المسیح ان یکون عبدا للہ" پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس آیت سے حضرت مسیح کے بن باپ پیدا ہونے پر استدلال کیا جائے ✦

بعضے لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہر جگہ حضرت عیسےٰ کو ابن مریم کہا گیا ہے۔ اگر اُن کے کوئی باپ ہوتا تو اُن کی ابنیت باپ کی طرف منسوب کی جاتی نہ ماں کی طرف، مگر یہ دلیل نہایت بودی ہے، کیونکہ جب قرآن نازل ہوا تو حضرت عیسےٰ یہود اور نصاریٰ دونوں میں ابن مریم کے لقب سے مشہور تھے، وہی مشہور لقب اُن کا قرآن میں بھی بیان کیا گیا ہے، اس سے اُن کا بے باپ پیدا ہونا ثابت نہیں ہوتا ✦

(٤٨) حضرت مسیح کے واقعات میں جیسے کہ آپ کی ولادت کا مسئلہ بحث طلب ہے ویسا ہی آپ کی وفات کا مسئلہ بھی غور کے لایق ہے، یہودی یقین رکھتے ہیں کہ اُنہوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھا کر قتل کر ڈالا، عیسائی یقین رکھتے ہیں کہ یہودیوں نے اُن کو صلیب پر چڑھایا اور وہ صلیب ہی پر مر گئے پھر صلیب پر سے اُتار کر قبر میں دفن کیا پھر وہ جی اُٹھے جیسا بعین